بدعت

تعریف اوراحکام واقسام

(البدعة.. تعريفها وأنواعها وأحكامها باللغة الأردية)

تالیف

ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ

مترجم

عطاء الرحمٰن ضیاء اللہ

نظر ثانی

محمد اقبال عبد العزیز **حافظ اسد اللہ مدنی**

طباعت واشاعت

دفتر تعاون برائے دعوت وتوعیۃ الجالیات ربوہ، ریاض

مملکت سعودی عرب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

زیر نظر کتابچہ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ کی کتاب ''عقیدۃ التوحید'' کا ایک باب ہے جسے اہمیت کے پیش نظر مستقل طور پر شائع کیا جارہا ہے۔اس میں موصوف نے بدعت کی تعریف،اس کے اقسام ،شریعت اسلامیہ میں بدعت کا حکم،امت اسلامیہ میں بدعات کے ظہور کی تاریخ اور اس کے اسباب ومحرکات،بدعات کے بارے میں امت مسلمہ کا موقف اور ان کی تردید کا طریقۂ کار نیز عصر حاضر کی بدعات کے چندنمونوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بدعات سے دور رہنے کی تلقین کی ہے۔ان شاء اللہ یہ کتاب بدعت کی حقیقت اور اس کی سنگینی سے روشناسی حاصل کرنے

میں مفید ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے ہر خاص وعام کے لیے مفید بنائے اور اس کی اشاعت میں جملہ متعاونین کو اجر جزیل سے نوازے۔ وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم.

(مترجم)*

*atazia75@hotmail.com

فصل اول

بدعت کی تعریف اوراس کے اقسام واحکام

① -بدعت کی لغوی تعریف:

بدعت: لفظ'' بَدْ ع'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے بغیر سابقہ مثال کے کسی چیز کا اختراع وایجاد کرنا، اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿بَدِيْعُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ﴾

''وہ (اللہ تعالیٰ) زمین اورآسمانوں کا ابتداءً پیدا کرنے والا ہے۔'' [البقرۃ:۱۱۷]

یعنی بغیر سابقہ مثال ونمونہ کے آسمان وزمین کو وجود بخشنے والا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿قُلْ مَا كُنتُ بِدْعاً مِّنَ الرُّسُلِ﴾

''اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی بالکل انوکھا پیغمبر تو نہیں۔'' [الاحقاف:٩]

یعنی میں اللہ کی جانب سے بندوں کی طرف پیغام لانے والا پہلا شخص نہیں ہوں، بلکہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول آ چکے ہیں۔

نیز کہا جاتا ہے: "اِبْتَدَعَ فُلَان" بِدْعَةً" یعنی اس نے ایسا طریقہ ایجاد کیا جو اس سے پہلے نہیں تھا۔

ابتداع وایجاد کی دو قسمیں ہیں:

❶-عادات میں ابتداع و ایجاد: مثلاً روزمرہ کی ضروریات کے لیے نئی نئی ایجادات واختراعات کا ایجاد کرنا، یہ مباح وجائز ہے، اس لیے کہ عادات کے اندر اصل

اباحت یعنی حلال ہونا ہے۔

❷- **دین میں ابتداع وایجاد** : یعنی دین میں نئی نئی چیزیں پیدا کرنا، یہ حرام ہے، اس لیے کہ دین میں اصل توقیف ہے (یعنی کتاب وسنت سے ثابت شدہ چیزوں پر ہی توقف کرنا۔ اس میں کسی قسم کی زیادتی یا کوئی نئی چیز ایجاد کرنا جائز نہیں ہے) آپ ﷺ کا فرمان ہے:

"مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ"

''جس نے ہمارے اس امر (شریعت) میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود (ناقابل قبول) ہے۔'' (بخاری ومسلم)

ایک دوسری روایت میں ہے:

"مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَرَدٌّ."

"جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہماری شریعت کے مطابق نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔" (صحیح مسلم)

②-دین میں بدعت کے اقسام: دین میں بدعت کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: قولی واعتقادی بدعت: یعنی ایسی بدعت جس کا تعلق قول اور اعتقاد سے ہے، جیسے جَہمیہ، مُعتزلہ، رافضہ اور تمام گمراہ فرقوں کے اقوال اور ان کے اعتقادات۔

دوسری قسم: عبادات میں بدعت: یعنی عبادتوں کے اندر نئی چیزیں ایجاد کرنا، مثلاً اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی غیر مشروع طریقہ سے کرنا، عبادات میں بدعت کی بھی چند قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ بدعت جو اصل عبادت میں ہو، یعنی بذاتِ خود عبادت ہی بدعت ہو، مثلاً کوئی ایسی عبادت ایجاد کر لی جائے

جس کی شریعت کے اندر کوئی اصل وبنیاد نہ ہو، جیسے کوئی غیر مشروع نماز یا غیر مشروع روزہ یا غیر مشروع عیدیں ایجاد کرلی جائیں جیسے عیدِ میلاد وغیرہ۔

دوسری قسم: وہ بدعت جو مشروع عبادت میں اضافہ کی شکل میں ہو، مثال کے طور پر ظہر یا عصر کی نماز میں پانچویں رکعت کا اضافہ کرلینا۔

تیسری قسم: وہ بدعت جو مشروع عبادت کی ادائیگی کے طریقے میں ہو بایں طور کہ اسے غیر مشروع طریقہ پر ادا کرے، جیسے مسنون اذکار ودعائیں اجتماعی طور پر خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا، اور جیسے عبادتوں کی ادائیگی میں نفس پر اس حد تک سختی کرنا کہ وہ سنّت رسول ﷺ کے دائرہ سے باہر نکل جائے۔

چوتھی قسم: وہ بدعت جو کسی مشروع عبادت کو کسی ایسے وقت کے ساتھ خاص کر لینے کی صورت میں ہو جسے شریعت نے خاص نہ کیا ہو، جیسے پندرھویں شعبان کے دن ورات کو روزہ وقیام کے لیے خاص کر لینا۔ کیونکہ روزہ وقیام تو اصلاً مشروع ہیں لیکن انھیں کسی وقت کے ساتھ خاص کرنے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔

③-دین میں بدعت کی جملہ اقسام کا حکم:

دین میں ہر بدعت حرام اور گمراہی ہے۔اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))

''دین کے اندر نئی ایجاد کردہ چیزوں سے بچو، کیونکہ ہر نئی ایجاد کردہ چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

(ابوداود، مسند احمد)

نیز آپ ﷺ کا یہ فرمان:

((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))

''جس نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے، وہ نامقبول ہے۔'' (بخاری ومسلم)

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَرَدٌّ))

''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔'' (مسلم)

یہ دونوں حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دین کے اندر ہر نئی ایجاد کردہ چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی اور غیر مقبول ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عبادات واعتقادات

میں ہر قسم کی بدعتیں حرام ہیں۔ لیکن بدعت کی نوعیت کے اعتبار سے حرمت کا حکم مختلف ومتفاوت ہوتا ہے۔

چنانچہ بعض بدعتیں صریح کفر ہیں، جیسے قبر والوں کا تقرب حاصل کرنے کے لیے قبروں کا طواف کرنا، ان کے لیے قربانیاں اور نذر ونیاز پیش کرنا، ان سے مرادیں مانگنا اور ان سے فریادیں کرنا، نیز اسی ضمن میں غالی (شدت پسند) جہمیہ ومعتزلہ کے اقوال بھی آتے ہیں۔

اور بعض بدعتیں شرک کے وسائل ہیں، جیسے قبروں پر عمارتیں تعمیر کرنا، وہاں نماز پڑھنا اور دعا مانگنا۔

اسی طرح بعض بدعتیں فسق اعتقادی ہیں جیسے خوارج، قدریہ اور مرجئہ کے شرعی دلیلوں کے مخالف اقوال واعتقادات۔

اور بعض بدعتیں معصیت ونافرمانی ہیں جیسے ترکِ دنیا

(رہبانیت، سادھو پن اور جوگی پن) دھوپ میں کھڑے ہوکر روزہ رکھنے اور شہوت جماع کو ختم کرنے کے لیے خصی ہونے کی بدعت۔
(الاعتصام للشاطبی ۲/ ۳۷)

تنبیـــــہ:

جس نے بدعت کی تقسیم بدعتِ حسنہ (اچھی بدعت) اور بدعتِ سیئہ (بری بدعت) سے کی ہے وہ غلطی پر ہے اور رسول ﷺ کے فرمان: ((فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)) یعنی ہر بدعت گمراہی ہے- کی مخالفت کرنے والا ہے۔ اس لیے کہ رسول اکرم ﷺ نے تمام بدعتوں پر گمراہی کا حکم لگایا ہے، اور یہ شخص کہتا ہے کہ ہر بدعت گمراہی نہیں ہے، بلکہ بعض بدعتیں اچھی ہیں۔

حافظ ابن رجب اپنی کتاب ''شرح الأربعین'' میں فرماتے ہیں:

آپ ﷺ کا فرمان "فَـإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" جوامع الکلم (جامع ترین کلمات) میں سے ہے جس سے کوئی بدعت خارج نہیں ہوسکتی، اور یہ دین کے اصولوں میں سے ایک عظیم اصول ہے، اور یہ آپ ﷺ کے اس فرمان کے مشابہ ہے:

((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))

''جس نے ہمارے اس امر دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے، وہ مردود ہے۔'' (بخاری ومسلم)

لہٰذا جس نے بھی کوئی نئی چیز ایجاد کی اور اسے دین کی طرف منسوب کیا حالانکہ دین میں اس کی کوئی اصل وبنیاد نہیں ہے جو اس کا مرجع ہوتو وہ گمراہی ہے اور دین اس سے بری الذمہ ہے، چاہے اس کا تعلق اعتقادی مسائل سے ہو یا ظاہری وباطنی اعمال یا اقوال سے ہو۔ (جامع العلوم والحکم ص:۲۳۳)

بدعتِ حسنہ کی تقسیم کے قائلین کے پاس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے صلاۃ التراویح کے بارے میں اس قول "نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ" (یہ کتنی اچھی بدعت ہے) کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہے۔

نیز بدعتِ حسنہ کے قائلین کہتے ہیں: کچھ چیزیں نئی ایجاد کی گئی ہیں، لیکن سلف رحمہم اللہ علیہم نے ان کا انکار نہیں کیا ہے، مثلاً قرآن کریم کو ایک کتاب میں جمع کرنا، حدیث کی کتابت اور تدوین وتالیف۔

ان کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ان امور کی شریعت کے اندر اصل موجود ہے، لہٰذا یہ نئی ایجاد کردہ چیزیں (یعنی بدعت) نہیں ہیں۔ جہاں تک عمر رضی اللہ عنہ کے قول "نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ" کا تعلق ہے تو اس سے مراد لغوی بدعت ہے شرعی نہیں،

(یعنی بدعت کا لغوی معنی مراد ہے شرعی معنی مراد نہیں ہے)۔

لہٰذا جس چیز کی شریعت میں اصل موجود ہو جس کی جانب رجوع کیا جا سکے، جب اس کے بارے میں یہ کہا جائے کہ: وہ بدعت ہے، تو اس سے مراد بدعت لغوی ہوتی ہے، اس کا شرعی معنیٰ مراد نہیں ہوتا ہے۔اس لیے کہ شریعت میں بدعت اس کو کہتے ہیں: جس کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہ ہو جس کی جانب رجوع کیا جا سکے، اور قرآن کو ایک مصحف میں جمع کرنے کی شریعت کے اندر اصل موجود ہے، اس لیے کہ نبی ﷺ خود قرآن کریم کو لکھنے کا حکم فرماتے تھے، لیکن وہ مختلف صحیفوں میں الگ الگ لکھا ہوا تھا، لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی حفاظت کے پیشِ نظر اسے ایک مصحف میں جمع کر دیا۔

رہی بات نمازتراویح کی تو خود نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو چند راتیں تراویح کی نماز پڑھائی، پھر اخیر میں نماز تراویح کے لیے (مسجد میں) نہیں آئے،اس خوف سے کہ کہیں ان پر فرض نہ کردی جائے۔لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی ﷺ کی حیات میں اور آپ کی وفات کے بعد بھی برابر الگ الگ نمازِ تراویح پڑھتے رہے، یہاں تک کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں انہیں ایک امام کے پیچھے جمع کردیا جس طرح کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے پڑھتے تھے،لہٰذا یہ دین کے اندر بدعت نہیں ہے۔

اسی طرح حدیث کی کتابت وتدوین کی بھی شریعت میں اصل موجود ہے۔خود نبی کریم ﷺ نے اپنے کچھ صحابہ کی فرمائش پر ان کے لیے بعض حدیثیں لکھنے کا حکم دیا تھا، نیزعبداللہ ابن

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حدیث لکھا کرتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد زندگی میں بہ شکل عام حدیث لکھنے سے ممانعت اس لیے تھی کہ اس بات کا خدشہ تھا کہ کہیں قرآن کے ساتھ دوسری چیز خلط ملط نہ ہو جائے ۔لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو یہ خدشہ ختم ہو گیا، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے ہی قرآن بالکل مکمل ومحفوظ ہو چکا تھا۔لہٰذا اس کے بعد مسلمانوں نے حدیث کی تدوین کی تا کہ ضائع ہونے سے اس کی حفاظت ہو سکے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ انہیں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے جنہوں نے اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ضائع ہونے اور برباد کرنے والوں کی بربادی کا نشانہ بننے سے محفوظ کر دیا۔

فصل دوم

مسلمانوں میں بدعات کاظہوراوراس کےاسباب ومحرکات

❶ - مسلمانوں کی زندگی میں بدعات کاظہور:

اس کے تحت دومسئلے ہیں:

پہلا مسئلہ: بدعات کے ظہور کا وقت:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مجموع الفتاوی (۱۰/۳۵۴) میں فرماتے ہیں:

یہ بات جان لیں کہ علوم وعبادات سے متعلق عام بدعتیں امت کے اندر خلفاے راشدین کے آخری دور میں رونما ہوئیں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَىٰ اخْتِلَافاً كَثِيْراً ؛ فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ))

''تم میں سے جو زندہ رہے گا اسے بہت سے اختلافات نظر آئیں گے۔لہٰذا تم میری سنت کو اور میرے بعد ہدایت یافتہ خلفاے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔'' (ابوداود،ترمذی اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے)

سب سے پہلے انکارِ تقدیر،ارجاء(ایمان سے عمل کو الگ کرنا)، تشیع اور خوارج کی بدعتیں ظاہر ہوئیں،پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تفرقہ پیدا ہوا تو حروریہ کی بدعت ظاہر ہوئی،پھر عصر صحابہ کے اواخر یعنی عبداللہ بن عمر،عبداللہ بن عباس اور جابر وغیرہ رضی اللہ عنہم کے آخری زمانہ میں قدریہ کا ظہور ہوا،اور مرجئہ کا ظہور اس کے قریب ہی ہوا۔ جہاں تک جہمیہ کا

تعلق ہے تو وہ تابعین کے آخری عہد میں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ظاہر ہوئے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عمر ابن عبدالعزیز نے ان کے بارے میں لوگوں کو خبردار کیا تھا اور جہم بن صفوان کا ظہور خراسان میں ہشام بن عبدالملک کے عہدِ خلافت میں ہوا۔

یہ بدعتیں دوسری صدی ہجری میں رونما ہوئیں، جب کہ صحابہ کرام موجود تھے اور انہوں نے ان بدعتیوں پر نکیر و تردید کی۔ پھر اعتزال کی بدعت ظاہر ہوئی اور مسلمانوں کے درمیان فتنے رونما ہونے لگے نیز لوگوں کے اندر اختلافِ آراء اور بدعات وخواہشاتِ نفس کی طرف میلان ورجحان کا ظہور ہوا۔ تصوف کی بدعت اور قبروں پر تعمیر کی بدعت قرون مفضلہ کے بعد ظاہر ہوئی۔ اس طرح جوں جوں زمانہ گزرتا گیا رنگا رنگ بدعتیں

بڑھتی گئیں۔

دوسرا مسئلہ: بدعات کے ظهور کی جگهیں:

بدعتوں کے ظاہر ہونے کے معاملہ میں اسلامی مما لک کے حالات مختلف ہیں۔شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ بڑے بڑے شہر جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سکونت اختیار کی اور جہاں سے علم وایمان کی روشنی نکلی، پانچ ہیں: حرمین شریفین (مکہ ومدینہ)، عراقین (بصرہ وکوفہ) اور شام۔انہی پانچ شہروں سے قرآن وحدیث، فقہ وعبادت اوران سے متعلق دیگر اسلامی امور کا پرچم بلند ہوا، اور مدینہ نبویہ کو چھوڑ کر انہی شہروں سے اصولی (اعتقادی) بدعتیں نکلیں۔

چنانچہ کوفہ سے شیعیت وارجاء کی بدعت ظاہر ہوئی اوراس کے بعد دوسرے شہروں میں پھیلی۔بصرہ سے قدریت،اعتزال اور غلط

وفاسد طریقۂ عبادت کا ظہور ہوا جو بعد میں دوسرے شہروں میں پھیلی۔ شام ناصبیت وقدریت کا مرکز تھا۔ رہی جہمیت تو اس کا ظہور خراسان کے نواحی میں ہوااور وہ بدترین بدعت ہے۔

بدعتوں کا ظہور دیارِ نبوی سے دوری کے اعتبار سے ہوا، جب عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد افتراق واختلاف رونما ہوا تو حروریہ کی بدعت کا ظہور ہوا۔لیکن مدینہ نبویہ ان بدعتوں کے ظہور سے محفوظ تھا، اگرچہ وہاں بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو دلوں میں بدعتیں چھپائے ہوئے تھے لیکن ان کے نزدیک ذلیل ومذموم تھے۔ کیونکہ وہاں قدریہ وغیرہ کی ایک جماعت موجود تھی مگر وہ ذلیل ومغلوب تھی۔اس کے برخلاف کوفہ میں تشیع وارجاء، بصرہ میں اعتزال اورزاہدوں کی بدعتیں اورشام میں ناصبیت (اہل بیت سے عداوت ودشمنی) کا ظہور وغلبہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث کے

اندر ثابت ہے کہ دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا اور وہاں امام مالک کے شاگردوں کے زمانہ تک جو چوتھی صدی ہجری کے ہیں، علم وایمان کا دوردورہ رہا۔ (مجموع الفتاوی ۲۰/۳۰۰-۳۰۳).

جہاں تک اسلام کی ابتدائی تین بہترین صدیوں کا تعلق ہے تو اس دوران مدینہ نبویہ میں قطعی طور پر کوئی ظاہری بدعت رونما نہیں ہوئی اور نہ ہی وہاں سے دیگر شہروں کی طرح اصول دین سے متعلق قطعاً کوئی بدعت نکلی۔

❷- بدعتوں کے ظاہر ہونے کے اسباب ومحرکات:

بلاشبہ کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑے رہنے ہی میں بدعتوں اور گمراہیوں میں پڑنے سے نجات کا راستہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَأَنَّ هَـــذَا صِـرَاطِـي مُسْتَـقِيماً فَاتَّبِعُوهُ وَلاَ تَتَّبِعُواْ

السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ﴾

’’اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔‘‘ [الانعام:۱۵۳]

اس بات کو نبی ﷺ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں واضح فرمایا ہے، وہ کہتے ہیں:

((خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ خَطاً فَقَالَ: هٰذَا سَبِيْلُ اللّٰهِ ثُمَّ خَطَّ خُطُوْطاً عَنْ يَمِيْنِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ ثُمَّ قَالَ : وَهٰذِهِ سُبُلٌ، عَلٰى كُلِّ سَبِيْلٍ مِّنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُوْ إِلَيْهِ.))

رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے ایک لکیر کھینچی اور فرمایا: ’’یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے‘‘۔ پھر اس کے دائیں بائیں کچھ

لکیریں کھینچیں اور فرمایا: ''یہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہوا ہے، جو اس کی طرف لوگوں کو بلا رہا ہے''۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

''اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیز گاری اختیار کرو۔'' [الانعام:۱۵۳] (اس حدیث کی روایت احمد، ابن حبان اور حاکم وغیرہ نے کی ہے)۔

لہٰذا جو بھی کتاب وسنت سے منہ موڑے گا اسے گمراہ کرنے

والے راستے اور نئی نئی بدعتیں اپنی طرف کھینچ لیں گی۔

جن اسباب کی بناپر بدعتیں وجود میں آئیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

دین کے احکام کا علم نہ ہونا، خواہشات کے پیچھے چلنا، کسی خاص خیال ونظریے یا مخصوص لوگوں کے حق میں عصبیت برتنا، کافروں کی مشابہت اختیار کرنا اور ان کی تقلید (نقالی) کرنا۔

ان اسباب کو ہم تھوڑی تفصیل سے بیان کررہے ہیں:

(الف) دینی احکام سے ناواقفیت:

جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اور لوگ رسالت کے آثار سے دور ہوتے گئے، علم میں کمی آتی گئی اور جہالت عام ہوتی گئی، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اس فرمان کے ذریعہ اس کی خبر دی ہے:

((مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَىٰ اخْتِلَافاً كَثِيْراً))

''تم میں سے جو شخص زندہ رہے گا، وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا۔'' (ابوداود، ترمذی اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے)

نیز ارشاد فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعاً يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِماً اتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْساً جُهَّالاً فَسُئِلُوْا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَأَضَلُّوْا))

''اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ بندوں سے (یکبارگی) چھین کر ختم کر دے، بلکہ علماء کو فوت کر کے علم کو اٹھائے گا، یہاں تک کہ جب کوئی عالم زندہ نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے، پھر لوگ ان سے مسائل پوچھیں گے تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے، سو

خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔
(صحیح بخاری وصحیح مسلم) (بحوالہ: جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر ۱/۱۸۰)

اس سے معلوم ہوا کہ بدعتوں کا مقابلہ صرف علم اور علماء ہی کے ذریعہ ممکن ہے،لہٰذا جب علم اور علماء کا وجود ختم ہوجائے گا تو بدعتوں کو پھلنے پھولنے کا اچھا موقع فراہم ہوگا اور بدعتیوں کا بازار گرم ہوجائے گا۔

(ب) خواهشاتِ نفس کی پیروی کرنا:

جو شخص کتاب وسنت سے منہ موڑے گا وہ لازمی طور پر اپنی خواہشات کی پیروی کرے گا،جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ﴾

''پھر اگر یہ تیری نہ مانیں تو تو یقین کر لے کہ یہ صرف اپنی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو بغیر اللہ کی رہنمائی کے۔'' [القصص:۵۰]

اور ارشاد فرمایا:

﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَى عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ﴾

''کیا آپ نے اسے بھی دیکھا؟ جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے، اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے، اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ

کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے؟'' [الجاثیۃ:۲۳]

اور بدعتیں درحقیقت پیروی کی جانے والی خواہشات نفس کی پیداوار ہیں۔

(ج) مخصوص نظریات و شخصیات کے لیے تعصب برتنا:

کسی خاص رائے ونظریے کی طرف داری کرنا اور کسی مخصوص شخصیت کے لیے جانبداری (عصبیت) اختیار کرنا' انسان کو دلیل کی پیروی کرنے اور حق کی معرفت سے روک دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾

''اور ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی

کتاب کی تابعداری کرو، تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔[البقرۃ:۱۷۰]

آج صوفیوں کے طریقوں کی پیروی کرنے والے اور قبروں کی پوجا کرنے والے بعض تعصب پرستوں کی یہی حالت ہے کہ جب انہیں کتاب وسنت کی پیروی کرنے اور ان کی مخالف چیزوں کو چھوڑنے کے لیے کہا جاتا ہے تو اپنے مذاہب، مشائخ اور آبا واجداد کا حوالہ دیتے ہیں اور انہیں دلیل وحجت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

(د) کافروں کی مشابہت اختیار کرنا:

کافروں کی مشابہت اختیار کرنا سب سے زیادہ بدعتوں میں ڈالنے والی چیزوں میں سے ایک ہے، جیسا کہ حضرت ابو واقد

اللیثی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، وہ بیان کرتے ہیں: ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (غزوہ) حنین کی طرف نکلے، ابھی ہمارے کفر کا زمانہ بالکل قریب ہی تھا، اس وقت مشرکوں کے ہاں ایک بیری کا درخت تھا، جس کے پاس وہ ٹھہرتے تھے اور اس پر اپنے ہتھیار (تبرک کے لیے) لٹکایا کرتے تھے، جسے ''ذات انواط'' کہا جاتا تھا، چنانچہ ہمارا گزر بھی ایک بیری کے درخت کے پاس سے ہوا تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے لیے بھی مشرکوں کی طرح ایک ذات انواط مقرر کر دیجئے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب کرتے ہوئے فرمایا:

((اَللّٰـهُ أَكْبَـرُ! إِنَّهَـا السُّـنَنُ، قُلْتُم وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ كَـمَا قَالَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ لِمُوسَىٰ : ﴿ اجْـعَل لَّنَا إِلَـهاً

كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴾ لَتَرْكَبُنَّ سَنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ))

اللہ اکبر! یہی (گمراہی کے) راستے ہیں،اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے،تم لوگوں نے بالکل ویسے ہی کہا ہے جیسے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:

''ہمارے لیے بھی ایک معبود ایسا ہی مقرر کردیجئے جیسے ان کے یہ معبود ہیں۔آپ نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے''۔ [الاعراف:۱۳۸]

تم اپنے سے پہلے لوگوں کی راہوں پر ضرور چلو گے۔(اسے ترمذی نے روایت کرکے صحیح قرار دیا ہے)

اس حدیث سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ کفار کی مشابہت ہی

وہ چیز ہے جس نے بنی اسرائیل کو اس بات پر ابھارا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام سے یہ بُرا مطالبہ کرنے لگے کہ وہ ان کے لیے اللہ کے سوا ایک معبود مقرر کردیں جس کی وہ عبادت کریں، اور کفار کی مشابہت ہی وہ چیز ہے جس نے بعض صحابہ کو آپ ﷺ سے یہ سوال کرنے پر آمادہ کیا کہ آپ ان کے لیے ایک درخت مقرر کردیں جس سے وہ اللہ کو چھوڑ کر تبرک حاصل کریں۔

آج حقیقتِ حال بالکل یہی ہے، کیونکہ مسلمانوں کی اکثریت بدعتوں اور شرکیہ کاموں کے کرنے میں کافروں کی تقلید اور نقالی کررہی ہے، جیسے: برتھ ڈے اور میلاد کی خوشیاں منانا، مخصوص کاموں کے لیے دن اور ہفتے منانا، دینی مناسبتوں اور یادگاروں کا جشن منانا، اسٹیچو اور یادگار مجسمے لگانا، مجلسِ ماتم منعقد کرنا، جنازے کی بدعتیں اور قبروں پر تعمیر وغیرہ۔

فصل سوم

بدعتیوں کے سلسلہ میں امت اسلامیہ کا موقف اوران کی تردید کرنے میں اہل سنت وجماعت کا منہج

❶ - بدعتیوں کے متعلق اہل سنت وجماعت کا موقف:

اہل سنت وجماعت ہمیشہ سے بدعتیوں کی تردیداور ان کی بدعتوں پرنکیر کرتے رہے ہیں اورانہیں ان بدعتوں کی انجام دہی سے روکتے رہے ہیں،جس کے چندنمونے آپ کے سامنے پیش کئے جارہے ہیں:

(الف) ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ: ایک مرتبہ ابوالدراء میرے پاس غصہ کی حالت میں آئے،میں نے پوچھا: کیابات ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم میں ان لوگوں کے

اندر محمد ﷺ کے دین کی کوئی چیز نہیں پاتا سوائے اس کے کہ وہ سب کے سب نماز پڑھتے ہیں۔ (بخاری)

(ب) عمر بن یحیٰی سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو سنا وہ اپنے والد کے حوالہ سے یہ بات بیان کررہے تھے کہ: ہم فجر کی نماز سے پہلے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر بیٹھا کرتے تھے، جب وہ نکلتے تو ہم ان کے ساتھ مسجد جاتے۔ایک دن کی بات ہے کہ ہمارے پاس ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور پوچھا: کیا ابھی تک ابوعبدالرحمٰن نہیں نکلے؟ ہم نے کہا: نہیں- وہ بھی ان کے نکلنے تک ہمارے ساتھ بیٹھ گئے- جب وہ باہر نکلے تو ہم سب لوگ کھڑے ہوگئے، تو انہوں (ابوموسیٰ) نے کہا: اے ابوعبد الرحمٰن! میں نے ابھی ابھی مسجد میں ایک ایسی چیز دیکھی ہے جسے

میں نے ناپسند کیا، اور الحمدللہ میں نے اچھی چیز ہی دیکھی ہے۔

انہوں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟

ابوموسیٰ نے جواب دیا: اگر آپ زندہ رہے تو عنقریب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

پھر کہا: میں نے مسجد میں کچھ لوگوں کو نماز کے انتظار میں حلقہ بنا کر بیٹھے ہوئے دیکھا ہے، ہر حلقہ میں ایک آدمی ہے اور ان کے ہاتھ میں کنکریاں ہیں۔

وہ آدمی کہتا ہے: سو مرتبہ اللّٰہ اکبر کہو۔

تو وہ لوگ سو مرتبہ اللّٰہ اکبر کہتے ہیں۔

پھر وہ کہتا ہے: سو مرتبہ لاإله إلا اللّٰہ کہو۔

تو وہ سو مرتبہ لاإله إلا اللّٰہ کہتے ہیں۔

پھر وہ کہتا ہے: سو مرتبہ سبحان اللّٰہ کہو۔

تو وہ سومرتبہ سبحان اللّٰہ کہتے ہیں۔

ابوعبدالرحمٰن نے پوچھا: تم نے ان سے کیا کہا؟

انہوں نے جواب دیا: میں نے آپ کی رائے یا حکم کے انتظار میں ان سے کچھ نہیں کہا۔

ابوعبدالرحمٰن نے کہا: تم نے انہیں اس بات کا حکم کیوں نہیں دیا کہ وہ اپنے گناہوں کو شمار کریں اور انہیں اس بات کی ضمانت دے دیتے کہ ان کی کوئی بھی نیکی ضائع نہیں ہوگی؟

پھر وہ چلے اور ہم بھی ان کے ساتھ چلتے رہے، یہاں تک کہ ان حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس آئے اور وہاں کھڑے ہوکر کہا:

یہ کیا چیز ہے جسے میں تمہیں کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں؟

انہوں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! یہ کنکریاں ہیں جن کے ذریعہ ہم تکبیر وتہلیل اور تسبیح وتحمید کا شمار کررہے ہیں۔

عبداللہ بن مسعود نے کہا: تم اپنے گناہوں کو شمار کرو، اور میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ تمہاری کوئی بھی نیکی ضائع نہیں جائے گی، اے امت محمد کے لوگو! تمہارا برا ہو، تم کتنی جلدی ہلاکت وبربادی کے راستے پر لگ گئے، یہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام موجود ہیں، یہ آپ ﷺ کے کپڑے ابھی بوسیدہ بھی نہیں ہوئے اور آپ کے برتن ابھی ٹوٹے بھی نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے: تم لوگ یا تو ایک ایسے طریقے پر ہو جو محمد ﷺ کے طریقے سے زیادہ اچھا ہے، یا پھر تم گمراہی کا دروازہ کھولنے والے ہو۔

ان لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم اے ابوعبدالرحمٰن! ہمارا مقصد خیر و بھلائی کے سوا کچھ نہیں۔

عبداللہ بن مسعود نے کہا: کتنے بھلائی کے چاہنے والے ایسے ہیں جو اسے ہرگز نہیں پا سکتے!

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ حدیث بیان فرمائی تھی کہ: کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے، لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم شاید ان کی اکثریت تم ہی میں سے ہو۔

پھر آپ ان کے پاس سے واپس چلے گئے۔

عمرو بن سلمہ کہتے ہیں کہ: ہم نے ان میں سے اکثر کو دیکھا کہ وہ جنگِ نہروان کے دن خوارج کے ساتھ ہم سے نیزہ زنی کر رہے تھے۔ (مقدمہ سنن دارمی (۲۱۰))

(ج) امام مالک بن انس رحمہ اللہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: میں کہاں سے احرام باندھوں؟

آپ نے جواب دیا: اس میقات سے جو رسول اللہ ﷺ نے مقرر فرمایا ہے اور جہاں سے خود احرام باندھا ہے۔

اس آدمی نے کہا: اگر میں اس سے دور ہی سے احرام باندھ لوں تو؟

امام مالک نے کہا: میں اسے صحیح نہیں سمجھتا۔

اس نے کہا: اس میں آپ کیا چیز ناپسند سمجھتے ہیں؟

انہوں نے کہا: مجھے تمہارے اوپر فتنے کا خوف ہے۔

اس نے کہا: خیر کے زیادہ چاہنے میں کون سا فتنہ ہے؟

امام مالک نے کہا: کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

''سنو! جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے

رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آپڑے یا
انہیں دردناک عذاب نہ پہنچ جائے۔'' [سورۃ النور:٦٣].
اس سے بڑا فتنہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ کہ تمہیں ایک ایسی مخصوص
فضیلت حاصل ہوگئی جو رسول اللہ ﷺ کو حاصل نہیں تھی۔
(اس واقعہ کو ابوشامہ نے اپنی کتاب: الباعث علی انکار البدع والحوادث ص (۱۴) میں ابوبکر
خلال سے نقل کیا ہے).
یہ چند ایک نمونے ہیں، جبکہ ہر زمانے میں علمائے کرام الحمدللہ
بدعتیوں پر نکیر کرتے رہے ہیں۔

❷- بدعتیوں کی تردید میں اہلِ سنت وجماعت کا طریقۂ کار:

اس سلسلہ میں ان کا طریقہ کتاب وسنت پر مبنی ہے اور یہ مخالف کو
مطمئن اور خاموش کردینے والا طریقہ ہے، وہ اس طرح کہ وہ

بدعتیوں کے شبہات کو بیان کر کے ان کا توڑ پیش کرتے ہیں، سنتوں کو مضبوطی سے پکڑنے اور بدعتوں اور دین میں نئی ایجاد کر لی گئی چیزوں سے بچنے کے وجوب پر کتاب وسنت کے دلائل پیش کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں، اصولِ ایمان وعقیدہ کے بارے میں شیعہ، خوارج، جہمیہ، معتزلہ اور اشاعرہ کے مبتدعانہ اقوال کی عقائد کی کتابوں میں تردید کی ہے اور اس سلسلہ میں مستقل کتابیں بھی تالیف کی ہیں، جیسا کہ امام احمد نے جہمیہ کی تردید میں کتاب ''الرد علی الجہمیۃ'' لکھی ہے، ان کے علاوہ دوسرے ائمہ نے بھی اس بارے میں کتابیں لکھی ہیں، جیسے عثمان بن سعید الدارمی۔ اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ان کے شاگرد علامہ ابن القیم، شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے علاوہ دیگر علما کی کتابوں میں ان فرقوں، صوفیہ اور قبر پرستوں کی تردید موجود ہے۔

البتہ اہل بدعت کے جواب میں جو مستقل کتابیں لکھی گئیں ہیں وہ بہت زیادہ ہیں، ان میں سے مثال کے طور پر کچھ پرانی کتابیں یہ ہیں:

۱- امام شاطبی کی کتاب: الاعتصام۔

۲- شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب: اقتضاء الصراط المستقیم، اس کتاب کا ایک بڑا حصہ بدعتیوں کی تردید میں ہے۔

۳- ابن وضاح کی کتاب: انکار الحوادث والبدع۔

۴- طرطوشی کی کتاب: الحوادث والبدع۔

۵- ابوشامہ کی کتاب: الباعث علی انکار البدع والحوادث۔

اور چند جدید کتابیں یہ ہیں:

۱- شیخ علی محفوظ کی کتاب: الابداع فی مضارّ الابتداع۔

۲- شیخ محمد بن احمد الشقیری الحوامدی کی کتاب: السنن

والمبتدعات المتعلقۃ بالاذکار والصلوات۔

٣-شیخ عبدالعزیز بن باز کا رسالہ: التحذیر من البدع۔

الحمد للہ علمائے اسلام رسائل وجرائد، میگزین، ریڈیو، ٹیلی ویژن، جمعہ کے خطبات، سیمیناروں اور تقریروں کے ذریعہ بدعتوں پر مسلسل نکیر کرتے رہتے ہیں اور بدعتیوں کا منہ توڑ جواب دیتے رہتے ہیں، ان کے اس کام کا مسلمانوں کے اندر دینی آگاہی پیدا کرنے، بدعتوں کا خاتمہ کرنے اور بدعتیوں کا قلع قمع کرنے میں بڑا اثر ہے۔

چوتھی فصل

عصر حاضر کی بدعات کے چند نمونوں کا بیان

عصر حاضر کی بدعات کے چند نمونے درج ذیل ہیں:

۱- نبی ﷺ کی پیدائش کا جشن منانا۔

۲- مقامات وآثار اور مردہ اشخاص وغیرہ سے برکت حاصل کرنا۔

۳- عبادات اور تقرب الی اللہ سے متعلق بدعتیں۔

دورِ حاضر کی بدعات بہت زیادہ ہیں، جن کا سبب عہدِ نبوت سے زمانہ کا متاخر (دور) ہونا، علم کی کمی، بدعتوں وخلافِ شریعت باتوں کی طرف دعوت دینے والوں کی کثرت اور نبی ﷺ کے فرمان:

((لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ))

''تم اپنے سے پہلے لوگوں کے نقش قدم پر ضرور چلو گے۔''
(اسے ترمذی نے روایت کر کے صحیح کہا ہے)

کے مطابق مسلمانوں کے اندر کفار کے عادات واطوار اور رسم ورواج کی مشابہت کا سرایت کر جانا ہے۔

① -میلاد النبی ﷺ کی مناسبت سے جشن منانا:

نبی ﷺ کے یوم پیدائش کا جشن منانا دراصل نصرانیوں کے اس عمل کی مشابہت وتقلید ہے جسے میلاد مسیح کے جشن کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جاہل ونادان مسلمان یا گمراہ کن علماء ہر سال ربیع الاول کے مہینے میں رسول ﷺ کی پیدائش کی مناسبت سے جشن مناتے ہیں۔ بعض لوگ یہ جشن مسجدوں میں منعقد کرتے ہیں اور بعض اس کا اہتمام گھروں میں یا اسی کی خاطر تیار کردہ مخصوص مقامات پر کرتے ہیں۔ اس میں عوام الناس اور بے علم

لوگوں کی بہت بڑی تعداد حاضر ہوتی ہے۔ یہ کام وہ عیسائیوں کی مشابہت وتقلید میں کرتے ہیں جنھوں نے مسیح علیہ السلام کے جشن میلاد کی بدعت گھڑ لی ہے۔ عام طور سے یہ محفلِ میلاد بدعت اور عیسائیوں کی مشابہت وتقلید ہونے کے ساتھ ساتھ شرکیہ اموراور منکرات سے خالی نہیں ہوتی، مثلاً اس میں ایسے قصیدے (نعتیہ اشعار) پڑھے جاتے ہیں جس کے اندر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس حد تک غلو پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بجائے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو پکارا جاتا ہے اور آپ سے فریاد طلب کی جاتی ہے، جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعریف میں غلو کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَىٰ ابْنَ مَرْيَمَ إِنَّمَا أَنَاعَبْدٌ فَقُوْلُوْا: عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلُهُ))

''تم میری تعریف میں غلو نہ کرو، جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کی تعریف میں غلو سے کام لیا (یہاں تک کہ انہیں اللہ کا بیٹا بنا دیا) دیکھو! میں ایک بندہ ہوں لہٰذا مجھے تم اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔'' (بخاری ومسلم)

اطراء کے معنیٰ مدح وتعریف میں غلو کرنے کے ہیں۔

بسا اوقات یہ محفل مردوں عورتوں کے درمیان اختلاط، اخلاق کی فساد وخرابی اور مسکرات ومنشیات وغیرہ سے آلودہ ہوتی ہے۔

اور بسا اوقات وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ رسول ﷺ ان کی محفلوں میں حاضر ہوتے ہیں۔ نیز ان محفلوں میں ارتکاب کئے جانے والے منکرات وبرائیوں میں سے یہ بھی ہے کہ: اجتماعی شکل میں خوش الحانی وترنم کے ساتھ نعتیہ اشعار پڑھے جاتے ہیں، ڈھول وتاشے پیٹے جاتے ہیں اور اس کے علاوہ صوفیہ کے خودساختہ اور

گھڑے ہوئے اذکار کا وِرد کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی ان محفلوں میں مردوزن کا اختلاط بھی ہوتا ہے جو فتنے کا سبب اور فواحش وبدکاری میں پڑنے کا باعث بنتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر یہ جشن ومحفل ان برائیوں سے خالی بھی ہوں اور صرف ایک جگہ جمع ہوکر کھانا تناول کرنے اور خوشی کا اظہار کرنے ہی پر اکتفا کیا جائے- جیسا کہ ان لوگوں کا کہنا ہے- تب بھی وہ ایک نئی ایجاد کردہ بدعت ہے اور ((دین کے اندر ہرنئی ایجاد کردہ چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے))۔ نیز رفتہ رفتہ یہ ایسی برائیوں اور منکرات کے وقوع پذیر ہونے کا وسیلہ وذریعہ ہے جو دوسری محفلوں میں ہوا کرتی ہیں۔

ہم نے اسے بدعت اس لیے کہا ہے کیونکہ کتاب وسنت میں اس کی کوئی اصل وبنیاد نہیں ہے، نہ سلف صالحین کے عمل سے اس کا کوئی ثبوت ہے اور نہ ہی قرون مفضلہ میں اس کا کوئی وجود ملتا ہے، بلکہ

اس کا وجود چوتھی صدی ہجری کے بعد ہوا، جسے فاطمی شیعوں نے ایجاد کیا۔

امام ابوحفص تاج الدین الفاکھانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امابعد: مبارکین کی ایک جماعت کی طرف سے اس اجتماع کے بارے میں جسے بعض لوگ ماہ ربیع الاول میں منعقد کرتے ہیں اور اسے مولد کا نام دیتے ہیں، بارہا سوال کیا گیا کہ کیا دین کے اندر اس کی کوئی اصل ہے؟ اور اس کے بارے میں انہوں نے واضح اور صاف صاف جواب طلب کیا ہے، لہٰذا اللہ کی توفیق سے جواب پیشِ خدمت ہے:

کتاب وسنت کے اندر میں اس مروجہ میلاد کی کوئی اصل اور دلیل نہیں جانتا، اور نہ ہی یہ عمل ان علماے امت میں سے کسی سے منقول ہے جو دین میں قدوہ (آئیڈیل) اور سلفِ صالحین کے نقش

قدم پر گامزن ہیں، بلکہ یہ ایک بدعت ہے جسے بے روزگار و بے کار لوگوں نے ایجاد کرلیا ہے اور ایک نفسانی خواہش ہے جسے پیٹ کے پجاریوں نے مالداری کا ذریعہ بنالیا ہے۔ (رسالۃ المورد فی عمل المولد)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اسی طرح بعض لوگوں نے جو میلادِ عیسیٰ علیہ السلام میں عیسائیوں کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ پیدائش کا جشن ایجاد کرلیا ہے جبکہ آپ کی تاریخِ پیدائش کے تعین میں لوگوں کے درمیان اختلاف ہے، اسے سلف صالحین نے نہیں کیا ہے، اگر وہ محض خیر ہوتا یا اس میں کم از کم خیر کا پہلو غالب ہوتا تو سلف رضی اللہ عنہم اس کو کرنے کے ہم سے زیادہ حقدار تھے، کیونکہ وہ ہم سے کہیں زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ کی تعظیم کرنے والے تھے۔ وہ لوگ خیر و بھلائی کے بڑے حریص اور

متوالے تھے۔ آپ ﷺ کی حقیقی محبت وتعظیم دراصل آپ کی متابعت وفرماں برداری، آپ کے حکم کی پیروی، آپ کی سنت کو ظاہری وباطنی طور پر زندہ کرنے، جس چیز کے ساتھ آپ مبعوث کئے گئے ہیں اس کی نشرواشاعت کرنے اوراس پر دل وزبان اور ہاتھ سے جہاد کرنے میں ہے۔ کیونکہ انصار ومہاجرین میں سے سابقین اولین اوران کی سچی پیروی کرنے والوں کا یہی طریقہ ہے''۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ۲/ ۶۱۵، تحقیق ڈاکٹر ناصر العقل)

اس بدعت کے انکار میں متعدد پرانی ونئی کتابیں اور رسائل لکھے گئے ہیں، یہ جشن میلاد بدعت اور نصاریٰ کی مشابہت ہونے کے علاوہ دوسرے میلادوں کے منعقد کرنے کا بھی سبب ہے، جیسے اولیاومشائخ اور قائدین کا جشن میلاد (برتھ ڈے) منانا، اس طرح شر وفساد کے بہت سے دروازے کھل جاتے ہیں۔

②-مقامات وآثار اور زندہ ومردہ اشخاص سے برکت حاصل کرنا:

نئ ایجاد کردہ بدعتوں میں سے مخلوق سے تبرک کا حاصل کرنا بھی ہے، یہ بت پرستی کی ایک قسم اور ایک ایسا جال ہے جس کے ذریعہ پیٹ کے پجاری سیدھے سادھے لوگوں کی دولت پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔

تبرک کے معنی: برکت طلب کرنے کے ہیں،اور **برکت کے معنی:** کسی چیز میں خیر وبھلائی کے ثابت وبرقرار رہنے اور اس میں اضافہ وبڑھوتری ہونے کے ہیں۔

خیر وبھلائی میں ثبات وبقا اور اس میں بڑھوتری واضافہ صرف اسی ذات سے طلب کی جاسکتی ہے جو اس کا مالک اور اس پر قادر ہو اور وہ صرف اللہ سبحانہ کی ذات ہے۔ کیونکہ اللہ ہی برکت نازل

فرماتا ہےاوراس کوثابت وبرقراررکھتا ہے۔البتہ جہاں تک مخلوق کا معاملہ ہےتو وہ برکت عطا کرنے اوراسے وجود بخشنے پرقدرت نہیں رکھتی ہے اور نہ ہی اسے برقراراورقائم ودائم رکھنا اس کے بس میں ہے۔

لہٰذا مقامات وآثاراورزندہ ومردہ اشخاص سے تبرک حاصل کرنا جائزنہیں کیوں کہ اگرآدمی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ چیز بذاتِ خود برکت عطا کرتی ہےتو یہ شرک ہے،اوراگراس کا اعتقاد یہ ہوکہ اس کی زیارت کرنا،اس کوچھونااوراسے اپنے جسم پرپھیرنا اللہ کی طرف سے برکت کے حصول کا سبب ہےتو یہ شرک کاوسیلہ اورذریعہ ہے۔

جہاں تک صحابہ کرام کا تعلق ہے کہ وہ نبی ﷺ کے بال،آپ کے تھوک اورآپ کے جسم سے علیحدہ ہونے والی چیزوں سے تبرک حاصل کیا کرتے تھے،تو یہ آپ ﷺ کے

ساتھ صرف آپ کی حالتِ زندگی تک خاص ہے،جس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے کمرے اور آپ کی قبر سے تبرک حاصل نہیں کرتے تھے،اور نہ ہی وہ تبرک حاصل کرنے کی غرض سے ان جگہوں کا قصد کرتے تھے جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی یا تشریف فرما ہوئے تھے،لہٰذا اولیاء کی جگہوں سے تبرک حاصل کرنا بدرجہ اولیٰ جائز نہیں۔

اسی طرح صحابہ کرام اپنے مابین نیک وصالح لوگوں جیسے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ دیگر افاضل صحابہ سے نہ تو ان کی زندگی میں اور نہ ہی موت کے بعد کبھی تبرک حاصل کرتے تھے، نہ ہی وہ لوگ کبھی غارِ حراء جاتے تھے تا کہ اس میں نماز پڑھیں یا دعا کریں، اور نہ ہی وہ نماز پڑھنے اور دعا کرنے کے لیے کوہِ طور کی طرف جاتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام سے کلام کیا تھا۔ نہ

ہی وہ ان جگہوں کے علاوہ ان پہاڑوں کا رخ کرتے تھے جن کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ اس میں انبیاء وغیرہ کے مقامات وآ ثار ہیں، اور نہ ہی وہ کسی ایسے مزار پر جاتے تھے جو کسی نبی کے نشان پر بنایا گیا ہو۔

نیز وہ جگہ جہاں نبی ﷺ مدینہ نبویہ میں ہمیشہ نماز پڑھتے تھے، اسی طرح مکہ وغیرہ میں وہ جگہ جہاں آپ نے نماز پڑھی تھی، سلف صالحین میں سے کوئی بھی شخص اسے نہ چھوتا تھا اور نہ اسے چومتا تھا۔

لہٰذا غور فرمایئے! کہ جب وہ جگہ جہاں آپ ﷺ کے مبارک قدم چلتے تھے اور جہاں آپ نماز پڑھتے تھے، آپ کی امت کے لیے اسے چھونا اور اسے بوسہ دینا (چومنا) مشروع وجائز نہیں ہے، تو پھر ان مقامات وجگہوں کے ساتھ یہ چیزیں کیسے جائز ہوسکتی ہیں جہاں آپ کے علاوہ کسی دوسرے نے نماز پڑھی ہو یا سویا ہو؟!!

علمائے کرام دینِ اسلام سے ضروری طور پر جانتے ہیں کہ ان چیزوں میں سے کسی چیز کو بوسہ دینا اور اسے چھونا آپ ﷺ کی شریعت سے نہیں ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ۲/۷۹۵-۸۰۲ تحقیق ڈاکٹر ناصر العقل)

③-عبادات اور قربت الٰہی کے حصول سے متعلق بدعتیں:

اس زمانے میں عبادات کے باب میں ایجاد کردہ بدعتیں بہت زیادہ ہیں، حالانکہ عبادات کے اندر اصل توقیف ہے، لہٰذا کوئی بھی عبادت بغیر دلیل کے مشروع نہیں ہوسکتی، اور جس چیز پر کوئی دلیل موجود نہ ہو وہ بدعت ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَرَدٌّ))

”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں ہے وہ مردود (نا قابل قبول) ہے۔“

آج کل بغیر کسی دلیل وثبوت کے انجام دی جانے والی بدعتیں بہت زیادہ ہیں، ان میں سے کچھ حسب ذیل ہیں:

❶ -**نماز کے لئے بلند آواز سے نیت کرنا:** مثلاً یہ کہنا کہ: ''میں اللہ کے لیے ایسی ایسی نماز پڑھنے کی نیت کرتا ہوں''، یہ عمل بدعت ہے؛ اس لیے کہ یہ نبی ﷺ کی سنت سے ثابت نہیں اور اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾

''اے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دینداری سے آگاہ کررہے ہو؟ اللہ ہر اس چیز سے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے بخوبی آگاہ ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔'' [الحجرات:١٦].

نیت کی اصل جگہ دل ہے، لہٰذا وہ ایک قلبی عمل ہے زبانی عمل نہیں۔

❷ - **نماز کے بعد اجتماعی طور پر ذکر کرنا:** حالانکہ مشروع طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص نبی ﷺ سے منقول ذکر کو انفرادی طور پر پڑھے۔

❸ - مختلف مناسبات میں، دعا کے بعد اور اسی طرح مردوں کے لیے فاتحہ خوانی کرانا۔

❹ - اموات (وفات شدہ لوگوں) کے لئے مجلس ماتم وبین منعقد کرنا، کھانا تیار کروانا اور اجرت پر قاریوں کو رکھنا۔ ایسا کرنے والوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ سب تعزیت وغمخواری کے طور پر ہے، یا اس سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے، حالانکہ یہ ساری چیزیں بدعت ہیں جن کی کوئی اصل وبنیاد نہیں، یہ ایسا بوجھ وبیڑیاں اور گلے کا طوق ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نہیں اتاری ہے۔

5 - دینی مناسبات کا جشن منانا: جیسے اسراء ومعراج کی مناسبت اور ہجرتِ نبویہ کی مناسبت پر محفل منعقد کرنا ، جبکہ ان مناسبات پر جشن منانے کی شریعت میں کوئی اصل وبنیاد نہیں ہے۔

6 - ماہ رجب میں انجام دی جانے والی خصوصی عبادتیں، جیسے رجب کے مہینہ میں خصوصیت کے ساتھ نفلی نمازیں پڑھنا اور روزہ رکھنا، حالانکہ اس مہینہ کو دوسرے مہینوں پر کوئی امتیاز وخصوصیت حاصل نہیں، نہ تو روزہ ،نماز اور قربانی کے اندر، اور نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور چیز کے اندر۔

7 - صوفیوں کے خودساختہ اذکار: صوفیوں کے تمام قسم کے ذکرواذکار اور اوراد ووظائف بدعات اور دین کے اندر نئی ایجادات ہیں؛اس لیے کہ وہ اپنے الفاظ، طریقے اور اوقات کے اندر شرعی اذکار کے سراسر مخالف ہیں۔

8 - پندرھویں شعبان کی رات کو قیام کے لیے اور اس کے دن کو روزے کے لیے مخصوص کرنا بھی انہی بدعتوں میں سے ایک ہے، کیونکہ اس بارے میں خصوصیت کے ساتھ نبی ﷺ سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

9 - قبروں پر عمارتیں تعمیر کرنا، انہیں مسجدیں بنا لینا اور ان سے تبرک حاصل کرنے کے لیے، مردوں کا وسیلہ لینے کے لیے اور اس کے علاوہ دیگر شرکیہ مقاصد کے لیے ان کی زیارت کرنا۔ اسی طرح عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں، اور ان پر مسجدیں بنانے اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

آخری بات:

ہم اپنی گفتگو کا خاتمہ اس بات پر کرتے ہیں کہ: بدعتیں بلا شبہ کفر کی ڈاک ہیں، اور یہ دین میں ایسا اضافہ اور زیادتی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے جائز نہیں رکھا ہے، بلکہ بدعت گناہِ کبیرہ سے بھی بدترین اور بُری چیز ہے، اور شیطان گناہ کبیرہ کی نسبت بدعت سے زیادہ خوش ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ایک گناہ گار یہ جانتے ہوئے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے کہ یہ اللہ کی نافرمانی ہے، لہٰذا وہ اس سے توبہ کرلیتا ہے۔ لیکن ایک بدعتی شخص بدعت کو دین سمجھ کر کرتا ہے جس کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کی قربت تلاش کرتا ہے، لہٰذا اس کی توبہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نیز بدعتیں سنتوں کا خاتمہ کردیتی ہیں اور بدعتیوں کو سنت بھی

ناپسندیدہ لگنے لگتی ہے اور سنت پر عمل کرنے والے بھی۔

سچ تو یہ ہے کہ بدعتیں اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہیں، اس کی ناراضگی اور سزا کا موجب بنتی ہیں اور دلوں کی کجی اور فساد کا سبب بنتی ہیں۔

بدعتی کے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے؟

بدعتی کی زیارت کرنا اور اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حرام ہے، لیکن اس کی نصیحت وخیرخواہی کے طور پر اور اسے روکنے کے لیے ایسا کرنا جائز ہے۔ اس لیے کہ بدعتی کے پاس اٹھنے بیٹھنے والا شخص بدعت سے متاثر ہوتا ہے اور یہ متعدی بیماری دوسروں تک پھیل جاتی ہے۔

اگر ان کی گرفت کرنا اور انہیں بدعتوں کے کرنے سے روکنا ممکن نہ ہو تو ان سے اور ان کے شر سے لوگوں کو متنبہ کرنا ضروری ہے،

بصورت دیگر مسلمانوں کے علماء اوران کے حکام پر واجب ہے کہ وہ بدعات پر پابندی لگائیں، بدعتیوں کی گرفت کریں اور انہیں ان کے شر سے باز رکھیں، اس لیے کہ یہ لوگ اسلام کے لیے بہت بڑا خطرہ ہیں۔

پھر اس حقیقت سے آگاہ رہنا بھی ضروری ہے کہ کافر مما لک بدعتوں کی نشر واشاعت پر بدعتیوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور مختلف طریقوں سے اس کام میں ان کی مدد کرتے ہیں، اس لیے کہ اس سے اسلام کا خاتمہ ہوتا ہے اور وہ ایک بدنما شکل میں سامنے آتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ اپنے دین کی مدد فرمائے، اپنے کلمہ کو بلند کرے اور اپنے دشمنوں کو ذلیل ورسوا کرے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلامتی نازل ہو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر،

آپ کی آل واولاد پر اور آپ کے صحابہ پر۔

(والحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات .وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وسلم)

(عطاء الرحمٰن ضیاء اللہ*)

*atazia75@hotmail.com
www.islamhouse.com

فہرست موضوعات